قانون اسلامی میں تعزیر کے جواز اور اس کے طرق تنفیذ کا تحقیقی جائزہ

The Permissibility and Modes of Discretionary Punishments under Islamic Law

مقالہ نگار: **محمد ناصر**

لیکچرر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج، پشاور

dr.nasar@icp.edu.pk

معاون مقالہ نگار: **ڈاکٹر نعیم بادشاہ**

چیئرمین، شعبہ اسلامیات، زرعی یونیورسٹی، پشاور

ABSTRACT

This article investigates the notion of *ta'zīr* (discretionary punishments in Islamic law) by comparing and contrasting it with the concept of *hadd* (fixed punishments in Islamic law). Deterrence of crimes is the main objective of any legal system in the world and different punishments are prescribed for this very purpose by all legal systems. Hence, this article explains the meaning and definition of *ta'zīr* first, followed by the basis of its permissibility in the Quran and *Sunnah*, its types and modes of implementation etc. The article also elaborates the extent of *ta'zīr* in different cases and crimes. The permissibility of pardoning in *ta'zīr* as against *hadd* is also explained while the article concludes with presenting the main findings of the study.

Keywords: *ta'zīr, had, Sunnah, Islamic Law, Crimes.*

تعارف

ملکوں کی سالمیت اور بقا کا دار و مدار معاشی استحکام پر ہے اور معیشت کی بہتری کے لئے امن وامان کی بحالی از حد ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرا براہیمؑ نے اپنی دعاء میں امن کو معیشت پر مقدم کیا ہے۔ جس کے لیے ایسے جامع اور فعال قانون کی ضرورت ہے جو جرائم کی روک تھام اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے میں مؤثر ہو۔ وضعی قوانین کی طرح شرعی قانون میں بھی جرائم کے سد باب اور مجرموں کی حوصلہ شکنی کے لئے جزاء وسزا کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس میں سزا کے اعتبار سے جملہ جرائم کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱)　جن سے حد لازم ہوتی ہو مثلاً زنا، چوری

(۲)　جن سے کفارہ لازم ہوتا ہو مثلاً قتل خطا، حالت احرام یا رمضان میں دن کے وقت ہمبستری کرنا

(۳)　جن سے نہ حد لازم ہوتی ہو اور نہ کفارہ ان میں تعزیر دی جائے گی

حد کے جرائم محدود اور متعین ہونے کی وجہ سے مجتہدین نے ان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے لیکن ایسے لامحدود انوکھے اور نت نئے جرائم جن کا سماج کو سامنا ہے یا آنے والے ادوار میں ہوگا، کے سد باب کے لیے تعزیر کی اصطلاح ایجاد کر کے اس کے اصول اور ذیلی مباحث کو تو ذکر کر دیا لیکن اس کی سزا کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جو مناسب سمجھے سزا تجویز کرے۔ اس اعتبار سے تعزیر قانون کا ایسا وسیع باب ہے جس سے ہر دور میں ہر طرح کے جرم کا سد باب ممکن ہے اس طرح کی سزاؤں کی غرض:

(الف)　جرائم کا خاتمہ کرنا

(ب)　ان پر قابو پانا

(ج)　یا مجرم کی اصلاح کرنا

ہوتی ہے۔ برسوں پہلے ایسی جامع اصطلاح کا استعمال اور پھر اس کے احکامات کی تفصیل اسلام کی جامعیت، ہمہ گیریت کا منہ بولتا ثبوت ہے شومئ قسمت کہ مستشرقین نے اسلام کی جامعیت پر سوال اٹھاتے ہوئے بڑی دیدہ دلیری کیساتھ یہ اعتراض کیا کہ قرآن

وسنت کے نصوص میں سے کوئی ایک نص بھی تعزیر کے جواز پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح دور حاضر میں عدلیہ کی جانب سے کیے جانے والے فیصلوں میں جرمانوں اور قید کی بہتات کیوجہ سے تعزیر کو انہی دو قسموں میں منحصر سمجھا جانے لگا۔ زیر نظر مضمون میں مستشرقین کے اس شبہے کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد مختلف پہلوؤں مثلاجواز ،اقسام ،مراتب ، طریقے ،مقدار اور اصول بیان کرکے نتائج ذکر کئے گئے ہیں۔

تعزیر کی تحقیق

لفظ تعزیر باب تفعیل کا مصدر ہے جو تعظیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے :

لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه و توقروه[1]

ترجمہ: " تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (اس کے دین کی) مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وعزرتموهم وأقرضتم الله قرضا حسنا[2]

ترجمہ: " اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوش دلی سے خرچ کرتے رہے"۔

کبھی یہ روکنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لغت کے علماء انہی دو معانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

التعزيرألتعظيم، والإذلال، ألمنع والرد[3]

صاحب مجمل اللغۃ فرماتے ہیں:

ألتعزير هى النصره والتعظيم، ألمسايعة على الأمر[4]

جبکہ فقہاء کے ہاں اس کا اطلاق اس سزا پر ہوتا ہے جو حد کے علاوہ ہو چنانچہ علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

ألتعزير هو التاديب على ذنوب لم تشرع فيها الحدود[5]

بعض اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

عقوبة غير مقدرة تجب حقاالله تعالٰى او لأدمى فى كل مخالفة ليس فيها حد مقدر[6]

گویا کہ فقہاء کے ہاں تعزیر اس تادیبی سزا کا نام ہے جو حد اور کفارے کی سزا کے علاوہ ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الرحمن الغرباطی فرماتے ہیں:

تاديب على ذنب لا حد فيه ولا كفارة غالباً[7]

لفظ حد لغت میں کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ا جدا کرنا

۲۔ کسی شے کی انتہاء

۳۔ منع کرنا

۴۔ سزا دینا[8]

جبکہ اصطلاح میں اﷲ رب العزت کی طرف سے مقرر کی گئی سزا کو حد کہا جاتا ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

''وفی الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة لله تعالٰی عز شانه [9]

حد اور تعزیر میں درج ذیل وجوہ سے فرق پایا جاتا ہے:

ا۔ حد میں اجتہاد کی گنجائش نہیں جب کہ تعزیر میں ہوتی ہے۔

۲۔ تعزیر میں کمی یا زیادتی ممکن ہے جب کہ حد میں نہیں۔[10]

۳۔ حدود شبہات کی وجہ سے ٹل جاتی ہیں جب کہ تعزیر نہیں۔

۴۔ حد بچے پر جاری نہیں ہو گی جب کہ تعزیر ہو سکتی ہے۔

۵۔ حد ذمی پر جاری ہو گی جب کہ تعزیر نہیں۔

۶۔ حد کے نافذ کرنے کا اختیار حاکم کے پاس ہے جب کہ تعزیر کسی اور کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔

۷۔ حد میں رجوع ممکن ہے جب کہ تعزیر میں نہیں

۸۔ حد میں جھوٹے گواہوں سے تفتیش کی جا سکتی ہے جب کہ تعزیر میں نہیں۔

۹۔ حد میں سفارش یا معافی جائز نہیں جب کہ تعزیر میں ہے۔

اقسام تعزیر

چونکہ تعزیر تادیبی کارروائی کا نام ہے اس لیے مآل کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) ادب یا تربیت کی بناء پر سزا دینا۔ مثال کے طور پر والدین کا اولاد، شوہر کا بیوی، استاد کا شاگرد کو مارنا اس میں ڈنڈوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا۔

(۲) جرائم کی بناء پر سزا دینا اس کا حکم یہ ہے کہ یہ حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حالات اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر جو سزا بھی تجویز کرے لیکن سزا تجویز کرتے وقت چند اصول مد نظر رکھے جائیں گے۔

ا۔ سزا کا مقصد عوام کے حقوق کا تحفظ ہو۔ مخصوص فرد یا افراد کے حقوق کے تحفظ کے لئے تعزیر نہیں ہو گی۔

۲۔ یا شریعت کے مسلمہ مصالح کا تحفظ ہو۔ اگر ان مصالح کا تحفظ ممکن نہ ہو تو پھر تعزیر نافذ نہیں کی جائے گی۔

۳۔ سزا کی وجہ سے جرم کے کم ہونے کا امکان ہو اگر جرم میں کمی کا امکان نہ تو تعزیر نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ منافقوں کا مسلمانوں کے خلاف ہر سازش کا حصہ ہونے کے باوجود، آپ ﷺ معاشرے کو انتشار سے بچانے کی خاطر ان کے خلاف اقدام سے گریزاں رہے۔

۴۔ سزا جرم کے تناسب سے تجویز کی جائے گی۔

جواز تعزیر از روئے قرآن

تعزیر کے جائز ہونے پر مفسرین نے سورۃ نساء کی اس آیت

وَاللاَّتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهنَّ وَاهجُرُوهنَّ فِی المَضَاجِعِ وَاضرِبُوهنَّ" [11]

" انہیں نصیحت کرو اور ان کو بستر خواب پر تنہا چھوڑ دو اور (پھر بھی نہ مانیں تو) انہیں مارو"۔ سے استدلال کیا ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں نافرمان عورت کے لئے تین طرح سے سزا تجویز کی گئی ہے۔

(۱) سمجھانا

(۲) بستر جدا کرنا

(۳) اس طرح مارنا کہ نشان نہ پڑیں۔

مفسرین نے اسی آیت کو تعزیر کے لیے بنیاد ٹھہرا کر حاکم کو سزا کا اختیار دیا ہے۔ جب کہ بعض مفسرین نے اسی سورۃ کی دوسری آیت: وَاللَّذَانَ یَأتِیَانِهَا مِنکُم فَآذُوهمَا فَإن تَابَا وَأصلَحَا فَأعرِضُوا عَنهُمَا إنَّ اللہَ کَانَ تَوَّاباً رَّحِیماً[12]

"اور تم میں سے جو دو مرد بے حیائی کا کام کریں تو دونوں کو سزا دو اور اگر وہ توبہ کر لیں اور (آئندہ کے لئے) اپنی اصلاح کر لیں تو پھر انہیں چھوڑ دو۔ یقین رکھو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

سے استدلال کیا ہے جس میں ہم جنس پرستوں کی مذمت بیان کر کے سزا حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے۔

جواز تعزیر از روئے حدیث

نبی کریم ﷺ نے متعدد بار جرم کی نوعیت کو دیکھ کر مجرم کے لیے سزا تجویز فرمائی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی چوری سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما أصاب من ذی حاجة غیر متخذ خبنة فلا شئ علیه، ومن خرج بشئ منه فعلیه غرامة مثله والعقوبة"[13]

"ضرورت مند شخص جو چیز چوری سے لے جائے (پھلوں میں سے جب کہ وہ درختوں پر ہوں) تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں اور اگر پھلوں کو محفوظ کرنے کے بعد (یعنی توڑنے کے بعد) لے جائے تو اس پر اس کی مقدار کے برابر جرمانہ اور چوری کی سزا ہوگی"۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے مانعین زکوۃ کے متعلق فرمایا: کہ جو زکوۃ نہیں دے گا اس سے دُگنا لیا جائے گا:

"من أعطاها موتجراً فله أجرها ومن أبى فإنا أخذوها وشطر إبله" [14]

"جس نے زکوۃ ثواب کے لئے دیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے اور جس نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو ہم اس سے زبردستی لیں گے اور بطور (جرمانہ) اونٹوں کا کچھ حصہ بھی لیں گے"۔

ان احادیث سے تعزیر کا جواز ثابت ہونے کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حالات کے تبدیل ہونے سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے اگرچہ امام نسائی کی اس روایت پر بہز بن حکیم کی وجہ سے محدثین کو کلام ہے، امام شافعیؒ تو اسے حدیث ہی نہیں مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین تعزیر بالمال کو ابتدائے اسلام پر محمول کر کے اس کے نسخ کے قائل ہیں۔ سنن نسائی کے محشی فرماتے ہیں:

"إنه كان في صدر الإسلام يقع بعض العقوبات في الأموال ثم نسخ" [15]

خلفائے راشدین کے ادوار میں دی جانے والی سزائیں

قرآن وسنت کے ساتھ تاریخ بھی اس پر شاہد ہے کہ خلفاء راشدین نے تعزیر میں مختلف قسم کی سزائیں دی ہیں جن میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کے دورِ میں مکہ کے مضافات میں ہم جنس پرستی عام ہونے لگی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے آپؓ کو خط کے ذریعے اطلاع دی کہ بعض علاقوں میں بڑی دھوم سے لڑکوں سے شادیاں کی جاتی ہیں تو صدیق اکبرؓ نے کبار صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے مشاورت کی چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "أرى أن يحرقوا با النار فكتب أبو بكر خالد أن يحرق فحرقه ثم حرقهم عبدالله بن الزبير في خلافته ثم حرقهم هشام بن عبدالملك"۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے اس گھر کو جلانے کا حکم دیا جہاں شراب پی جاتی تھی۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے محل کو گرانے کے لیے محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا جو گرادیا گیا۔

۴۔ اسی طرح آپؓ نے نصر بن الحجاج کو سر منڈوانے کا حکم دیا اور جلاوطن بھی کیا۔ [16]

۵۔ اصبغ التیمی پر عام مجالس میں بیٹھنے پر پابندی لگادی

تعزیر کے طریقے

چونکہ تعزیر میں سزا حاکم کی رائے پر موقوف ہوتی ہے اس لئے جرم کی نوعیت سے مجرم کے لئے سزا تجویز کی جاتی ہے

یہی وجہ ہے کہ خیر القرون میں تعزیر کی سزا میں مختلف طریقے اپنائے گئے ہیں حتی کہ کبھی کبھار تو تعزیر میں قتل بھی کیا گیا ہے ذیل میں چند ایک طریقے ذکر کئے جاتے ہیں:

1۔ قتل کرنا

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به “ [17]

” جس کسی کو پاؤ کہ قوم لوط والا عمل کر رہا ہو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو“۔

2۔ مارنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ”آپ ﷺ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إضربوه (اسے مارو) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: فمنا الضارب بيده والضارب بنعله والضارب بثوبه [18] ترجمہ؛ ہم میں سے بعض ہاتھوں سے مار رہے تھے بعض جوتوں سے اور بعض کپڑوں سے“

3۔ دھمکانا

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر آدمی پہلی یا دوسری بار شراب پیے تو اسے کوڑے مارو اور اگر تیسری یا چوتھی بار پیئے تو فإن عاد الثالثة أو الرابعة فاقتلوه“ [19] اس کی تشریح کرتے ہوئے ابوداؤد کے محشی فرماتے ہیں هذا وارد على سبيل التهديد دون الامر بالقتل۔"یہ حکم خوف دلانے اور ڈرانے کے لئے ہے"۔

4۔ مارنا اور جلاوطن کرنا

اگر حاکم وقت مارنے کے ساتھ جلاوطنی میں مصلحت سمجھے تو کر سکتا ہے کیونکہ معن بن زائدہ جب بیت المال کی مہر کی نقل بنوا کر دھوکے سے مال لے گیا حضرت عمر کو جب اس کا پتہ چلا تو آپؓ نے اسے 200 کوڑے مارنے اور علاقہ بدر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

”فبلغ عمر ذلک فضربه مائة وحبسه فكلم فيه فضربه مائة أخرى فكلم من بعد فضربه مائة فنفاه “[20]

اسی طرح آپ نے ابو محجن کو کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ملک بدر کیا تھا [21] لیکن جب ربیعہ بن امیہ بن خلف کو اسی جرم میں علاقہ بدر کیا اور وہ مرتد ہو کر ہرقل کے ساتھ جاملا۔ تو حضرت عمرؓ نے جلاوطن کرنا ترک کر دیا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے تو ایک ہیجڑے کو بیہودہ باتیں کرتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا أخرجوهم من بيوتكم۔ "کہ اپنے گھروں سے ان کو نکال دو"۔ اسی کی تائید میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک ہیجڑہ آیا اور اس

نے رزق کی تنگی کی شکایت کرتے ہوئے موسیقی کو معاش کا ذریعہ بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: أما إنک إن فعلت بعد التقدمة إلیک ضربتک ضرباً وجیعاً وحلقت رأسک مثلة ونفیتک من أهلک وأحللت بسلبک نهبة لفتیان أهل المدینة [22]

"خبردار اگر تو نے پھر یہ کام کیا جس سے میں تجھ کو منع کر چکا ہوں تو میں تجھے دردناک طریقے سے ماروں گا اور تیرا سر منڈا دوں گا اور تیرے رشتہ داروں سے تجھے جلاوطن کر دوں گا اور تیرا مال مدینہ کے نوجوانوں کے لیے حلال کرا دوں گا یعنی لوٹنے کی اجازت دوں گا"۔

6۔ سر منڈوانا

سنن ابن ماجہ کی حدیث میں وحلقت رأسک مثلة کی تشریح کرتے ہوئے محشی فرماتے ہیں":هذا أیضاً تهدید و فیه جواز حلق الرأس لاهل المعاصی قلت هذا لیس بالمثلة الممنوعة لأن حلق الرأس جائز بالاتفاق " کیونکہ حضرت عمرؓ نے نصر بن الحجاج کو حلق کا حکم دیا تھا۔ البتہ ابن عباسؓ اس کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں" جعل الله حلق الرأس سنة.... فجعلتموه نکالاً وزدتموه فی العقوبة" [23] لیکن ابن ماجہ کی وہ حدیث جو باب المخنثین کے تحت ذکر کی گئی ہے اس میں نبی کریم ﷺ نے اس مخنث کو جن سزاؤں سے ڈرایا ہے ان میں حلق الرأس بھی شامل ہے جو جواز پر دلالت کر رہا ہے۔

7 ۔ تشہیر کرانا

کبھی کبھی مجرم کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لئے اسے شہرت دلائی جاتی ہے۔ قاضی شریح کے پاس جھوٹا گواہ لایا گیا انہوں نے " فنزع عمامته وخفقه خفقات بالدرة وبعث به إلی المسجد یعرفه الناس" [24]

"اس کی پگڑی اتاری اور اسے چند درے مارے اور اسے مسجد بھجوایا تا کہ لوگ اسے جان لیں کہ یہ جھوٹا گواہ ہے"۔

8۔ پابندی لگانا

اصبغ التیمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا بہت زیادہ سوالات کرنے لگا تو آپؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ إمنع الناس مجالسه [25]

9۔ چہرے کا سیاہ کرنا

علامہ صنعانی حضرت عمرؓ کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں "إن عمر بن الخطاب أمر بشاهد الزور أن یسخم وجهه ویلقی فی عنقه عمامته ویطاف به فی القبائل ویقال إن هذا شاهد الزور" [26]

"حضرت عمرؓ نے جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق یہ حکم دیا کہ اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے۔ اس کے گلے میں پگڑی ڈال کر آبادیوں میں پھرایا جائے"۔ اور مصنف عبد الرزاق کی ایک دوسری حدیث میں وأن یحلق رأسه أن یطال حبسه [27]

"اس کا سر منڈوا کر حبس طویل میں رکھا جائے"، کا اضافہ ہے۔

10۔ قید کرنا

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تہمت یعنی شک کی وجہ سے قید کیا تھا۔ بہز بن حکیم فرماتے ہیں "أن النبی ﷺ حبس رجلاً فی تهمة ثم خلی عنه" [28] "نبی کریم ﷺ نے تہمت کی وجہ ایک شخص کو قید کیا اور تھوڑی دیر بعد اسے رہا کر دیا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعزیر میں قید کرنا بھی جائز ہے۔

11۔ تعلقات ترک کرنا

آپ ﷺ نے غزوہ تبوک سے رہ جانے والے صحابہ کرامؓ حضرت ہلال بن امیہ، کعب بن مالکؓ، اور مرارۃ بن ربیعہؓ کے ساتھ مسلمانوں اور ان کی بیویوں کو نہ صرف تعلقات ترک کرنے کا حکم دیا بلکہ ان کی بے گناہی ثابت ہونے تک سلام سے بھی منع فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

وَعَلَى الثَّلاَثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُواحَتَّى إِذَا ضَاقَت عَلَيهِمُ الأَرضُ بِمَا رَحُبَت وَضَاقَت عَلَيهِم أَنفُسُهُم وَظَنُّوا أَن لاَّ مَلجَأَ مِنَ اللهِ إِلاَّ إِلَيهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيهِم لِيَتُوبُوا إِنَّ اللهَ هو التَّوَّابُ الرَّحِيم ([29])

"اور تین افراد پر بھی اس نے مہربانی کی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے بچ کر نکل جانے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں مگر اسی کی طرف رجوع میں ہے، جب اللہ نے ان پر توجہ فرمائی تا کہ وہ توبہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے"۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے اصبغ التیمی کے ساتھ بھی لوگوں کو تعلقات ترک کرنے کا حکم جاری کیا تھا یہاں تک کہ اگر وہ مجلس میں آجاتے تو لوگ اٹھ جایا کرتے تھے۔

12۔ جرمانے لگانا

تعزیر میں کبھی جرمانا لگایا جاتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ زکوۃ نہ دینے والوں سے دوگنا وصول کیا گیا۔

۲۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے بدن پر زرد رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا کیا تمہاری والدہ نے تمہیں یہ پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا انہیں دھو ڈالوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: بل أحرقهما[30] "دونوں کو جلا دو"۔ اور یہی تعزیر بالمال ہے جس کا حکم آپ ﷺ فرما رہے ہیں۔

۳۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رأى خاتماً من ذهب فی يد رجل فنزعه فطرحه[31]

"نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی"۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مال کے ذریعے بھی تعزیر ہو سکتی ہے۔

مراتب تعزیر

تعزیر میں سزا تجویز کرتے وقت انسانی مرتبے اور مقام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تعزیر کے نفاذ کے لیے مختلف مراتب ذکر کیے ہیں۔علامہ کاسانی ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ألتعازير على أربعة مراتب تعزير الأشراف وهم الدهاقون، والقواد وتعزير أشراف الأشراف وهم العلوية والفقهاء وتعزير الأوساط وهم السوقة وتعزير الأخساءوهم السفلة"(32)

۱۔ تعزیر اشرف الاشراف

۲۔ تعزیر الاشراف

۳۔ تعزیر الاوساط

۴۔ تعزیر السفلہ

پہلے طبقے سے مراد علماء اور سید ہیں،ان کے تعزیر کا طریقہ یہ ہے کہ حاکم کارندے کے ذریعہ ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کرے گا۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں "وتعزير أشرف الأشراف بالأعلام المجرد وهو أن يبعث القاضى أمينه إليه فيقول له بلغنى إنک تفعل كذا وكذا"۔ دوسرے طبقے سے مراد زمیندار ہیں ان کی تعزیر کا طریقہ یہ ہے کہ غلطی پر تنبیہ کے ساتھ ساتھ عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ "وتعزير الأشراف بالأعلام والجر إلى باب القاضى والخطاب بالمواجهة"[33] الاوساط سے مراد مذکرہ تین طبقوں کے علاوہ لوگ ہیں۔ان کی تعزیر کا طریقہ یہ ہے کہ غلطی پر تنبیہ کے ساتھ عدالت میں پیش کیا جائے گا اور اگر ضرورت ہو تو قید بھی کیا جاسکتا ہے۔السفلہ کے مصداق میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہؒ اس سے کافر مراد لیتے ہیں۔

۲۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے گفتگو میں احتیاط نہ کرنے والا مراد ہے۔

۳۔ امام محمدؒ کے ہاں اس سے مراد جواباز ہے۔

۴۔ محمد بن مسلمہ اس کی تشریح افعال قبیحہ کے مرتکب سے کرتے ہیں۔

۵۔ نصر بن یحی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جو دعوت پر مدعو ہو اور کھانا کھانے کے بعد ساتھ لے جائے۔[34]

ان کی تعزیر کا طریقہ یہ ہے کہ تنبیہ،قید اور عدالت میں لائے جانے کے ساتھ ساتھ اگر ضرورت ہو تو مارا بھی جاسکتا ہے۔شریعت میں سزاؤں کا یہ فرق انسانی طبعیت کے موافق اس وجہ سے ہے کہ اس سزا کا مقصد زجر اور توبیخ ہے اور زجر ہر انسان کی طبیعت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

تعزیر کی مقدار

تعزیر کی مقدار میں علماء کی آراء کا حاصل یہ ہے

1۔ اصحاب الظواہر اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں تعزیر دس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہو گی اور ان کی دلیل ابی بردہ بن نیارؓ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''لا يجلد فوق عشرة ألأسواط إلا في حد من حدود الله''[35]

"دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارا جائے گا مگر حدود میں"۔

اس لئے صاحب ندیہ فرماتے ہیں:

''ولا يجاوز عشرة أسواطٍ''[36] "تعزیر دس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہو گی"۔

اسی طرح صاحب منار السبیل فرماتے ہیں ''ولا يزاد في جلد التعزير على عشرة أسواطٍ''[37]

اور یہی مسلک امام محمدؒ کا ہے'' ولا يزاد في جلد التعزير على عشرة اسواطٍ''[38]

لیکن یہ رائے اس لئے درست نہیں کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر کوئی انسان دوسرے کو یہودی یا مخنث کہے تو فاضربوه عشرين سوطا[39] "اُسے بیس کوڑے مارو"۔اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابی بردہ بن نیار کی روایت کا وہ مفہوم نہیں جو اصحاب الظواہر اور حنابلہ نے لیا ہے۔

۲۔ احناف اور شوافع کے مطابق تعزیر کی کم سے کم مقدار تین کوڑے ہیں اور قاضی یا حاکم کا کسی کو غصے سے دیکھنا بھی کافی ہے لیکن اس پر دونوں متفق ہیں کہ تعزیر میں حد سے تجاوز نہیں کیا جائے گا چنانچہ صاحب بدائع فرماتے ہیں:

والحاصل أنه لا خلاف بين أصحابنا رضى الله عنه انئه لا يبلغ التعزير الحد'' [40]

اور ان کی دلیل بیہقی کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''من بلغ حداً في غير حد فهو من المعتدين'' [41]

"جو تعزیر کے جرم کی سزا میں حد کی سزا تک پہنچا وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو گا"۔

لیکن اکثر مقدار میں امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین اختلاف ہے۔امام ابو حنیفہ نے حد شرب یا قذف میں غلام کی سزا پر قیاس کرکے تعزیر میں انتالیس (۳۹) کوڑوں سے تجاوز کو ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ قذف یا شرب میں آزاد آدمی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے اور غلام کی سزا چالیس کوڑے ہے۔امام ابو حنیفہ نے غلام کی سزا کا اعتبار کرکے انتالیس (۳۹) کوڑے تجویز کئے۔ جب کہ امام ابو یوسفؒ نے حدیث پر عمل کرنے کے لئے آزاد آدمی کی سزا میں ایک کوڑے کو کم کرکے زیادہ سے زیادہ مقدار اناسی (۷۹) کوڑے مقرر کئے ہیں۔

۳۔ امام مالک اور جمہور فقہاء کے قول کے مطابق تعزیر میں سزا کا تعین حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔ وہ جرم کی مناسبت سے جو سزا بھی تجویز کرے، صحیح ہوگی۔ علامہ ابن عابدین اسی کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بل یختلف ذلک بإختلاف الأشخاص فلا معنی لتقدیرہ مع حصول المقصود بدونہ فیکون مفوضاً إلی رأی القاضی یقیمہ بقدر ما یرا المصلحة فیہ" [42]

جب کہ صاحب اعلاء السنن اس عنوان پر مستقل باب قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ باب التعزیر وأن مقدارہ إلی الإمام یبلغہ بہ ما رأی[43] جب کہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ":فیجوز للامام أن یزید فی التعزیر الحد إذا رأی المصلحة"[44]

متاخرین فقہاء کی رائے بھی یہی ہے لیکن سزا تجویز کرتے وقت جرم اور سزا میں مناسبت کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: "حاصل القول بالتفویض إلی رأی الإمام أن ینظر إلی الجنایة وإلی حال الجانی"[45]

من بلغ حداً الخ کا جواب:

علامہ مفتی تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ فی نفسہ گناہ ہو

۲۔ فی نفسہ گناہ نہ ہو لیکن ریاست نے اسے جرم قرار دیا ہو۔

دونوں صورتوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر جرم کے سزا میں حد سے بڑھ جانا تجاوز ہوگا یعنی من بلغ حدا فی غیر إثم فھو من المعتدین.

تعزیر میں سزا کا معاف کرنا

اس میں فقہاء سے متعدد اقوال منقول ہیں۔ اس عنوان پر سب سے زیادہ تفصیل در مختار میں بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور، ائمہ ثلاثہ اور امام شافعی اس کے جواز کے قائل ہیں جب کہ امام طحاوی اور ابن نجیم اس کے عدم جواز کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "وإقامة التعزیر إلی الإمام عند ابی حنیفة وأبی یوسف ومحمد و الشافعی ألعفولہ أیضا قال الطحاوی وعندی أن العفو ثابت للذی جنی علیہ"[46] اور یہی قول دُر مختار میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔[47] ائمہ ثلاثہ کی تائید مسلم اور ترمذی میں عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ "نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ شہر کے کونے میں میری ملاقات ایک عورت سے ہوئی، میں اس کے قریب ہوا لیکن جماع نہیں کیا۔" فأنا ھذا فاقض فی ما شئت فقال عمر لقد سترک اللہ لو سترت علی نفسک"۔ "میرے متعلق جو فیصلہ بھی ہو میں حاضر ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ ڈالا تھا اگر تو بھی اپنے پر پردہ ڈال دیتا"۔ دوسری حدیث میں ہے: فأمرہ أن

یتوضأ ویصلی[48] "آپ ﷺ نے وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا"۔ درج بالا حدیث میں مذکور قابل تعزیر جرم کو نبی کریم ﷺ نے معاف کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم إلا الحدود[49] "باعزت لوگوں کی غلطیوں پر چشم پوشی کرو سوائے حدود کے"۔ ذوالهیئات کی وضاحت سنن ابی داؤد کے محشی فرماتے ہیں: هم الذين لا يعرفون بالشر.

"یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں میں شہرت نہ رکھتے ہوں"۔

جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:(أقيلو ذوى الهيئات) من الإقالة أى أعفو عن أصحاب المرؤت والأشراف والصلاح وتجاوزوا عنهم ولا تؤاخذوهم على عثراتهم والعثرة ألذلة[50] علامہ ماوردی اس کی تائید میں فرماتے ہیں: أن الحد وإن لم يجز العفو عنه ولا الشفاعة فيه فيجوز فى التعزير العفو منه[51] اس وجہ سے ائمہ ثلاثہ مصلحت کی وجہ سے تعزیر میں معافی کے قائل ہیں"أن المصلحة فى العفو و علم أنه ينزجر بدون العقوبة جاز له العفو عنها"[52]

دوسرا قول یہ ہے کہ جن گناہوں میں تعزیر واجب ہو ان میں معافی جائز نہیں مثلاً لواطت وغیرہ اور جن گناہوں میں تعزیر واجب نہ ہو وہاں حاکم صوابدیدی اختیارات کے تحت معاف کر سکتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حقوق اللہ میں تعزیر واجب اور حقوق العباد میں حاکم کی صوابدید پر موقوف ہوگی۔[53]

خلاصہ بحث

جرائم کو روکنے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے تعزیر ایک مؤثر ذریعہ ہے اگرچہ قرآن مجید میں یہ لفظ مروجہ معنی میں استعمال نہ ہونے کے باوجود متعدد نصوص اس کے جواز پر دلالت کر رہے ہیں۔ مستشرقین کا یہ دعوی کہ تعزیر کے جواز پر کوئی نص دال نہیں حقیقت سے کوسوں دور ان کی کم فہمی یا اسلام دشمنی کا غماز ہے حالانکہ صدیوں قبل مجتہدین اس کے لیے اصول وضوابط مدون کر کے ایسے سطحی اعتراضات کا ناطقہ بند کر چکے ہیں۔ حد سے کم جرم میں مجرم کی تنبیہ کے لیے مناسب سزا کا اختیار حاکم کی صوابدید پر موقوف کر دیا گیا ہے جس میں جرائم میں کمی یا خاتمے کے ساتھ مجرم کی اصلاح کا عنصر نمایاں ہونے کے ساتھ مجوزہ سزا کے نتائج، مقدار، جرم اور سزا میں تناسب، مجرم کی خاندانی حیثیت کا پاس رکھا گیا ہو تا کہ اسے اپنے کیے پر ندامت ہو۔ مثبت نتائج کے حصول کے لیے مروجہ طریقوں (قید اور جرمانے) کے علاوہ دیگر مؤثر اور سودمند طریقے اپنائے جائیں جن کی نشاندہی کی جا چکی ہے اور اگر مجرم عادی نہ ہو اور حاکم اس کو معاف کرنے میں مصلحت سمجھتا ہو تو اس کو معاف کرنا بھی جائز ہے تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ تعزیر میں سزا دینا ضروری نہیں البتہ تعزیر بالمال کے جواز وعدم جواز میں مجتہدین کے اختلاف کی وجہ سے احوط پر عمل مناسب ہوگا۔

حواشی و حوالہ جات

1)القرآن، الفتح:9۔

2)القرآن، المائدہ:12۔

3) ابی الحسن، احمد بن فارس بن زکریا، مجمل اللغۃ، طبع موسسۃ الرسالۃ، ط1984ء، مادہ ع زر، ج667/3۔

4) سعدی، ابو حبیب، القاموس الفقھی، دار الفکر بیروت، ط1982ء، ص250۔

5)الماوردی ابی الحسن علی بن محمد حبیب، الاحکام السلطانیہ و لولایات الدینیۃ، م موسسۃ الکتب، ط نامعلوم، ص314۔

6) لغربانی، الدکتور الصادق عبد الرحمن، الفقہ المالکی وادلتہ، الموسسۃ الریائی، ط اولی، 2006ء، ج697/4، (باب التعزیر)۔

7)الزبیدی محمد مرتضی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار احیاء التراث العربی، ناشر نامعلوم مادہ حدد، فصل الحا من باب الدال، ج331/2۔

8)، مجمل اللغۃ، ط موسسۃ الرسالۃ، 1984، ج667/3۔دا

9 الکاسانی الحنفی علاوالدین ابو بکر بن سعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، م ثانیۃ، ط1986ج33/7

10) نفس مصدر، نفس صفحہ۔

11)القرآن، النساء:34۔

12)القرآن، النساء:16

13)النسائی الخراسانی، ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب بن علی، سنن نسائی، ج5 رقم الحدیث 4953، ط ثانیہ 1986۔

14) سنن نسائی، ج8 رقم الحدیث 2444۔

15) سنن نسائی ج335/1۔ط مکتبہ رحمانیہ اقراء سٹریٹ سنٹر لاہور نامعلوم

16) الجوزیہ، امام ابن القیم، جامع الفقہ، دار الوفاء ط اولی 2000ء، ج546/6۔

17)ابو داود سلمان بن الاشعثالسجستانی، سنن ابی داؤد، دار الرسالۃ العلمیہ، ط اولی، 2009ج6 رقم الحدیث 4462۔

18) سنن ابی داؤد، ج6 رقم الحدیث 4477۔

19) سنن ابی داؤد، ج6 رقم الحدیث 4475۔ سنن ابن ماجہ 2572۔

20) القاری الحنفی، علی بن سلطان، س مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، مکتبہ وطبعہ نامعلوم ج2380/6۔ و قلعہ جی، محمد رواس، موسوعۃ فقہ عمر بن الخطاب، دار النفاس، ط اولی، 1997ء، ص212۔

21) سنن، ابن ماجہ، (باب المختنین)، ج2614/2۔۔

22) سنن ابن ماجہ، ج2 رقم الحدیث 26133۔

23)الصنعانی ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی، ط ثانیہ، ج9 قم الحدیث 17048۔

24) مصنف عبد الرزاق، ج15390/8،

25) الہیثمی، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابن سلیمان، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط اولی، 2001ء، ج76/7۔

26) مصنف عبدالرزاق، ج15394/8۔
27) مصنف عبدالرزاق، ج9ر قم الحدیث15392۔
28)الترمذی ابوعیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، مصطفی البابی الحلبی، ط ثانیہ، 1975، ج3ر قم الحدیث 1417۔
29) القرآن، التوبہ: 118۔
30) صحیح مسلم، ج3ر قم الحدیث 2077،
31) صحیح مسلم، ج3ر قم الحدیث 2090، (باب طرح خاتم الذھب)۔ صحیح حدیث ہے
32) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج64/7 (باب التعزیر)۔
33) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج64/7 (باب التعزیر)۔
34) الزبیدی، ابی بکر علی بن محمد الحداد، الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط اولی، 2006ء، ج400/2۔
35) الشوکانی الیمنی محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ، نیل الاوطار فی شرح منتقی الاخبار، دار الحدیث مصر، ط اولی 1993ء، ج180/8۔
36) القنوجی، ابی الطیب صدیق بن حسن بن علی، الروضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ، دار النشر الکتب الاسلامیہ، نامعلوم، ج257/2۔
37)ابن ضویان، منار السبیل فی شرح الدلیل، المکتبہ الاسلامی، ط سابعہ، 1989ء، ج382/2۔
38) ابوالخیر، ڈاکٹر علی، الواضح فی فقہ الامام محمد، دار الخیر دمشق، سال اشاعت 1996ء، ص509۔
39) سنن ترمذی، ج3ر قم الحدیث 1462، (باب ماجآء فیمن یقول لاخر یا مخنث، ابواب الحدود)۔ حدیث غریب ہے۔
40) بدائع الصائع فی ترتیب الشرائع، ج64/7۔
41) بیہقی، الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین، السنن کبریٰ، ج13ر قم الحدیث 18075،
42)ابن عابدین محمد بن عمر بن عبد العزیز الدمشقی، ردالمحتار علی الدر المختار، ط دار الفکر بیروت، م1992ج60/4۔
43) عثمانی، ظفر احمد، اعلاء السنن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، نامعلوم، ج736/11۔
44) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج2380/6۔
45)القاری الحنفی علی بن محمد سلطان، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار لکتب العلمیہ، ط اولی 1992ج69/5۔
46)بحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج76/5، (کتاب الحدود، باب التعزیر)۔
47) در المحتار علی رد المختار، ج74/4، (باب التعزیر)۔
48) سنن ترمذی، ج5ر قم الحدیث 13112، سورۃ ہود، (کتاب التفسیر)۔ و صحیح مسلم، (ان الحسنات یذھبن السیئات)۔ حدیث صحیح ہے۔
49) سنن ابی داؤد، ج4373/6، (کتاب الحدود، باب فی الحد یشفع فیہ)۔ و سنن دار قطنی، ج207/3، (کتاب الحدود والدیات)۔ حدیث صحیح ہے۔
50) عسقلانی، حافظ، بن حجر، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام، دار السلام ریاض، 1992ء، ص378۔
51) الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، ص316۔
52) دکتور، زید بن عبد الکریم بن علی بن زید، العفو عن العقوبۃ فی الفقۃ الاسلامی، دار العاصمۃ ریاض، ط اولی، سال اشاعت 1410ھ، ص496۔
53) رد المختار علی در المختار، ج37/4۔